جملہ حقوق محفوظ ہیں

# ہندو مسلمانوں کے اتحاد پر سر سید کے مقولے

جن کو

شیخ ضیاء الحق سابق اڈیٹر پیشوا

نے

جواد الدولہ عارف جنگ ڈاکٹر سر سید احمد خان (غفرلہ) ۱۳۱۵ھ کی
تمام تصنیفات۔ لیکچر۔ تقریروں۔ اور مضامین سے انتخاب کر کے

سیوک سٹیم پریس لاہور میں چھپوا کر شائع کیا

۱۹۱۴ء

قیمت فی جلد (۲ر)

١

# "تم اتحاد کیلئے پیدا ہوئے ہو"

## التماس

یہ مان لیا گیا ہے۔ اور ملک کا بچے سے لیکر بوڑھے تک اسے محسوس کرنے اور سمجھنے لگے ہیں۔ کہ ملک و قوم کی بقائے دوام ترقی و بہبودی۔ سرسبزی و شادابی کا دارومدار اور حقیقی نجات ہندو مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق پر ہے۔ موجودہ پیشوایاں و مصلحان قوم کا نصب العین قومی اتحاد ہے۔

یہ سب سمجھ گئے ہیں۔ کہ روزمرہ کے بغض و نفاق فتنہ و فساد کی تیز آندھیوں اور بے مہر جھونکوں نے قومیت کو بیخ و بنیاد سے ہلا دیا ہے۔ اور جس حالت میں کہ اب تم ہو۔ وہ روزافزوں ترقی پر ہے۔ اور جب تمہاری یہی حالت رہی۔ تو آنے والی معصوم اور بیگناہ نسلوں کا کیا حال ہوگا۔ جن کی تباہی و بربادی۔ نیست و نابود کرنے کے لئے تم یہ راستہ تیار کر رہے ہو۔

تم اُس عالمگیر مذہب پر ایمان لاؤ۔ جو اتحاد و اتفاق اور قوموں کی یگانگت کا مذہب ہے اور جس پر قوموں کا ایمان لانا اور اپنے رشتہ یگانگت کو مستحکم و مضبوط کرنا آستانۂ نجات پر قدم مارنا ہے۔

خوب سمجھ لو۔ کہ اتحاد و اتفاق ہی سے تمہاری قومی و سیاسی ہستی ابدالآباد تک سرسبز و شاداب اور تمہاری آنے والی معصوم اور پاک نسلیں اس تباہی و بربادی کے گرداب سے محفوظ رہ سکتی ہیں۔

بڑی سخت اور ناقابلِ معافی غلطی بلکہ گناہ ہوگا۔ جو قوم کا کوئی فرد اس نیک اور قومی ہستی کو سرسبز کرنیوالے کام میں حصہ لے سکتا ہو اور خاموش رہے۔ بدقسمتی ہوگی جو اس فرض کی ادائگی میں جو انسانی فطرت سے پیدا ہوتا ہے۔ دیکھے بھالے جانے بوجھے پہلوتہی کرے۔

خدا کی یہ مرضی نہیں ہے۔ کہ تم اُس کے قانون کو فرداً فرداً پورا کرو۔ اگر منشاء ایزدی ایسا ہوتا۔ تو تمہیں مدنی الطبع پیدا نہ کیا جاتا۔

قومی زندگی۔ قومی نشوونما کے لئے اتحاد کرنا ہم سب کا فرض اور الٰہی مرضی ہے۔

خدا کا ارادہ قوموں کے اتفاق سے ہی پورا ہو سکتا ہے۔

تم اتحاد کے ایمان کی منادی کرو۔ تمہارے لکچر۔ تقریریں اور تحریریں۔ تمہارے وعظ اور اُپدیش قوموں کی یگانگت اور نسلِ انسانی کے اتفاق پر ہوں یقین جانو۔ کہ جب تم ایسا کر رہے ہو۔ خدا کی مرضی اور اُس کے حکم کو پورا کر رہے اور بجالا رہے ہوگے۔

قوم اور قوم کے ہمدردوں کی سرگرمی اور جوش اتحاد و اتفاق کو دیکھکر میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ میں ان کے سامنے اُن غیر فانی ہدایات اور تعلیمات کو پیش کروں جو ہندوستان کا واجب الادب ریفارمر اور حقیقی معنوں میں فدائے قوم و ملک (سرسید) اُن کے لئے کہہ گیا ہے۔ جنکو پڑھ کر اُس سچے درد اور محبت کو تم معلوم کر سکو گے۔ جو وہ تم سے رکھتا تھا۔

کیا تم اپنے پر فدا ہونیوالے اور محبت کرنیوالے کی اِن اتحاد و اتفاق اور باہمی محبت کی نصیحتوں اور ہدایتوں پر عمل نہ کرو گے۔ جو تمہاری بھلائی۔ بہبودی اور تمہاری سرسبزی و شادابی اور تمہاری ہستی کو بقائے دوام بنانے کیلئے ہیں جبکہ وہ تم سے اپنی زندگی اور مرتے دم تک اِس کا متمنی رہا۔ اور تم غور سے دیکھو۔ کہ اب بھی اُسکی روح پر فتوح یہ تمہارے باہمی اتحاد اور محبت کی کتاب لئے تمہارے سامنے کھڑی ہے

# ہندو مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق
## پر
# سر سید کے مقولے

(۱) جس قدر سوشل برتاؤ اور باہمی محبت و ارتباط ہندو مسلمانوں میں ترقی پکڑتا جاوے۔ ہم کو نہایت خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔ ہندوؤں کی آریہ قومیں بھی خاص ہندوستان کی رہنے والی نہیں ہیں۔ دوسرے ملکوں سے آکر ہندوستان میں فتحمندی کیساتھ آباد ہوئی ہیں۔ انکے ہندوستان میں آباد ہونے کو زمانہ کثیر گذر گیا جس کے سبب وہ ہندوستان کے متوطن اور ہندوستان کے رہنے والے ہندو کہلاتے۔

مسلمانوں کو بھی ہندوستان میں آئے ہوئے کچھ کم زمانہ نہیں ہوا۔ انکی بھی متعدد پشتیں ہندوستان کی زمین پر ہی گذری ہیں۔ بہت سے ایسے مسلمان ہیں جن میں آریاؤں کے خون کا بھی میل ہے بہت سے ایسے ہیں جو خالص آریا کہلاتے ہیں۔

صدیاں گذر گئیں کہ ہم دونوں ایک ہی زمین پر رہتے ہیں ایک ہی زمین کی پیداوار کھاتے ہیں۔ ایک ہی زمین کا یا دریا کا پانی پیتے ہیں۔ ایک ہی ملک کی ہوا کھا کر جیتے ہیں پس مسلمانوں اور ہندوؤں میں کچھ مغایرت نہیں ہے۔

جس طرح آریا قوم کے لوگ ہندو کہلائے جاتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان بھی ہندو یعنی ہندوستان کے رہنے والے کہلائے جاتے ہیں۔

(۲) ہم نے متعدد دفعہ کہا ہے۔ کہ ہندوستان ایک خوبصورت دلہن ہے۔ اور ہندو مسلمان اس کی دو آنکھیں ہیں۔ اسکی خوبصورتی اسی میں ہے۔ کہ اسکی دونوں آنکھیں سلامت و برابر رہیں۔ اگر انمیں سے

ایک برابر نہ رہی۔ تو وہ خوبصورت دلہن بھینگی ہو جاویگی۔ اور اگر ایک آنکھ جاتی رہی۔ تو کانی ہو جاویگی۔

(۳) ہم دونوں کی سوشل حالت قریب قریب ایک ہی سی ہے۔ بلکہ بہت سی عادتیں اور رسمیں ہم مسلمانوں میں ہندوؤں کی آگئیں ہیں۔

پس جس قدر ان دونوں قوموں میں زیادہ تر محبت۔ زیادہ تر اخلاص زیادہ تر ایک دوسرے کی امداد بڑھتے جاویں اور ایکدوسرے کو مثل بھائی کے سمجھیں کیونکہ ہموطن بھائی ہوتے ہیں تو کچھ شبہ نہیں ہے اُسی قدر ہم کو خوشی ہوتی ہے۔

(۴) ہماری رائے میں اختلاف مذہب جیسا کہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں ہے سوشل برتاؤ اور باہمی محبت و اخلاص ایک دوسرے کی ہمدردی کا مانع نہیں ہو سکتا۔

(۵) در حقیقت ہمارے لئے اور خصوص میرے لئے یہ بات نہایت خوشی کی ہے۔ اسلئے کہ میں ہمیشہ یہ خیال رکھتا تھا کہ ہمارے ہندو بھائیوں میں سویلزیشن کی ترقی بسبب قیام اُنکے مذہب کے نہیں ہو سکتی۔ مگر اُس حال کے سننے سے جو جے پور میں ہوا مجھے یقین ہو گیا کہ میرا یہ خیال غلط تھا۔ اور میں اپنے اس خیال کے غلط نکلنے سے بے انتہا خوش ہوا ہوں۔ اور خود اپنے تئیں آپ مبارکبادی دیتا ہوں۔

(۶) میری یہ سمجھ ہے کہ ہندوستان میں دو قومیں ہندو اور مسلمان ہیں۔ اگر ایک قوم نے ترقی کی اور دوسری نے نہ کی۔ تو ہندوستان کا حال کچھ اچھا نہیں ہونے کا۔ بلکہ اُس کی مثال ایک کانڑے آدمی کی سی ہو گی لیکن اگر دونوں قومیں برابر ترقی کرتی جاویں۔ تو ہندوستان کے نام کو بھی عزت ہو گی اور بجائے اسکے کہ وہ ایک کانڑی اور بڈھی بال بکھری دانت ٹوٹی بیوہ کہلائے۔ ایک نہایت خوبصورت پیاری دلہن بن جاویگی۔ اور خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین۔

(۷) میں اس اسکول کو مبارکباد دیتا ہوں۔ کہ اِس میں ہندو اور مسلمان دونوں قوم کے لڑکے شامل ہیں ہندو ہمارے ہموطن بھائی ہو گئے ہیں جس نے جامۂ انسانیت پہنا ہے اُس کی یہ خواہش ہو گی کہ ہندوستان کی کوئی قوم ہو۔ ملک کی بہتری کیلئے سب کو ایک ہونا چاہیئے۔ اسکول کے طالب علموں میں علاوہ ہموطن بھائی

ہونیکے اسکول بھائی ہونیکی بھی صفت ہوتی ہے۔

(۸) مدرستہ العلوم بیشک ایک ذریعہ ترقی قومی کا ہے۔ یہاں پر قوم سے میری مراد صرف مسلمانوں سے ہی نہیں ہے۔ بلکہ ہندو اور مسلمان دونوں سے ہے۔ مدرستہ العلوم بلاشبہ مسلمانوں کی ابتر حالت درست کرنے کیلئے اور جو افسوسناک محرومی اُنکو یوروپین سائنس اور لٹریچر کے حاصل کرنے میں تھی۔ اُسکے رفع کرنیکو قائم کیا گیا۔ مگر اس میں ہندو مسلمان دونوں پڑھتے ہیں اور تربیت جو ہندوستان میں مفقود ہے۔ دونوںکو دیجاتی ہے۔ ہم لوگ آپس میں کسی کو ہندو کسی کو مسلمان کہیں۔ مگر غیر ملک میں ہم سب نیٹو یعنی ہندوستانی کہلائے جاتے ہیں غیر ملک والے خدا بخش اور گنگا رام دونوںکو ہندوستانی کہتے ہیں غیر ملکوںمیں جب ہم لوگ جاتے ہیں تو ہندو اور مسلمان کے نام سے نہیں پکارے جاتے ہیں۔ بلکہ نیکدل لوگوں سے ہندوستانی کا اور تنگ دل لوگوں سے نیگر و یعنی کالے منہ یا وحشی ہندوستانی کا لقب دونوں کو برابر ملتا ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ ہندوؤنکی ذلت سے مسلمانوںکی اور مسلمانوںکی ذلت سے ہندوؤں کی ذلت ہے۔ پھر ایسی حالت میں جبتک یہ دونوں بھائی ایک ساتھ پرورش نہ پاویں۔ ساتھ ساتھ یہ دونوں دودھ نہ پئیں۔ ایک ہی ساتھ تعلیم نہ پاویں۔ ایک ہی طرح وسائل ترقی دونوں کیلئے موجود نہ کئے جاویں۔ ہماری عزت نہیں ہو سکتی۔

(۹) میں مسلمانوں کا اس قدر مشکور نہیں ہوں جس قدر ہندوؤں کا ہوں جنہوں نے بطور خیرات کے اپنے بھائیوں کی مدد کی۔ مدرسہ کی عمارت کی دیواروں اور محرابوں پر بہت سے ہندوؤں کے نام کندہ ہیں جس سے ہمیشہ کو یہ یادگار قائم رہیگی۔ کہ ہندوؤں نے اپنی درماندہ مسلمان بھائیونکی کس فیاضی سے مدد کی تھی۔

(۱۰) مجھے امید ہے۔ کہ ہندوستان جس میں خدا نے ہم کو اور ہمارے ہندو بھائیونکو آباد کیا ہے جس سے اُسکا منشاء پایا جاتا ہے کہ ہم دونوں گروہ بھائی ہوکر اور ایک دوسرے کو بھائی سمجھ کر ایکدوسرے کو مدد دیں۔ روز بروز ترقی کریگا پنجاب اور پلیٹ فارم گوردا سپور پر یکجائی مجمع ان دونوں گروہوں کا دیکھ کر

معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک دوسرے کی مدد کرتا ہے۔ اسی چیز کی ہندوستان میں ضرورت ہے۔ میرے یہاں آنے میں دونوں گروہوں نے ایک ساتھ خوشی کی اور ایک ہی ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔ جس سے میری اُمید کو بہت تقویت ہوتی ہے میری دعا ہے۔ کہ خدا ہندوستان میں ہندو اور مسلمان دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی مدد کا خیال پیدا کرے۔ اور ایک کو دوسرے کا حامی کرے۔ آمین۔

(۱۱) آپ نے جو لفظ ہندو کا استعمال فرمایا ہے۔ وہ میری رائے میں درست نہیں کیونکہ ہندو میری رائے میں کسی مذہب کا نام نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہر ایک شخص ہندوستان کا رہنے والا اپنے تئیں ہندو کہہ سکتا ہے۔ پس مجھے نہایت افسوس ہے کہ آپ مجکو باوجود اسکے کہ میں ہندوستان کا رہنے والا ہوں ہندو نہیں سمجھتے۔ آپ اِس بات کو جانتے ہونگے۔ کہ ہندوستان کی ترقی کے لئے یہ بات ضرور ہے کہ اہل ہنود اور اہل اسلام باہم مل کر کام کریں۔ جب تک یہ نہیں ہوگا۔ اُس ترقی کو جو ایک قوم کریگی ہندوستان کی کامل ترقی سے تعبیر نہیں کرینگے۔ کیونکہ غیر ملک والے ہم سب کو خواہ ہم مسلمان ہوں خواہ ہندو (مجھے معاف کیجئے کہ میں بھی لفظ ہندو کو اس خاص معنی میں استعمال کرتا ہوں) ایک لفظ ہندوستانی سے نامزد کرتے ہیں اور ہماری ترقی و تنزل علیحدہ علیحدہ اہل ہنود و اہل اسلام کی ترقی و تنزل سے نامزد نہیں ہوتی۔ بلکہ کل ہندوستان کی ترقی و تنزل سے تعبیر ہوتی ہے۔

(۱۲) یہ سمجھنا۔ کہ میری ہندو دل کیساتھ ہمدردی نہیں ہے۔ یا میں اپنے ہم مذہب لوگوں کی بھلائی میں ہی کوشش کرتا ہوں۔ غلط ہے۔ ایسا خیال میرے دل میں نہ کبھی پیدا ہوا ہے۔ نہ آئندہ ہوگا۔ میں دل و جان سے دونوں قوموں کیواسطے یہ تجویز کرنا چاہتا تھا۔ مگر جب حالتِ موجودہ اِسکے موافق نہ تھی۔ تو لاچار مجھے اپنی تجویز کو کسی قدر محدود کرنا پڑا۔

(۱۳) اہل ہنود صاحبان صرف اپنے تئیں ہندو یعنی باشندۂ ہند خیال کرتے ہیں جس کا نتیجہ

یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کو اجنبی خیال کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ ہندو اور مسلمان دونوں قومیں ہندو یعنی اہل ہند کے خطاب کی مستحق ہیں۔ صاحبو! وہ زمانہ اب نہیں کہ صرف مذہب کے خیال سے ایک ملک کے باشندے دو قومیں سمجھی جاویں۔

(۱۴) لفظ قوم سے میری مراد ہندو اور مسلمان دونوں سے ہے۔ یہی وہ معنی ہیں جسمیں میں لفظ نیشن (قوم) کی تعبیر کرتا ہوں۔ میرے نزدیک یہ امر چنداں لحاظ کے لایق نہیں ہے۔ کہ اُن کا مذہبی عقیدہ کیا ہے۔ کیونکہ ہم اُس کی کوئی بات نہیں دیکھ سکتے لیکن جو بات کہ ہم دیکھتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہم سب خواہ ہندو ہوں یا مسلمان ایک ہی سرزمین پر رہتے ہیں ایک ہی حاکم کے زیر حکومت ہیں ہم سب کے فائدہ کے مخرج ایک ہی ہیں۔ ہم سب قحط کی مصیبتوں کو برابر برداشت کرتے ہیں یہی مختلف وجوہات ہیں جنکی بناپر میں اُن دونوں قوموں کو جو ہندوستان میں آباد ہیں۔ ایک لفظ سے تعبیر کرتا ہوں کہ "ہندو" یعنی ہندوستان کی رہنے والی قوم جس زمانہ میں میں قانونی کونسل کا ممبر تھا۔ تو مجھ کو خاص اسی قوم کی بہبودی کی دل سے فکر تھی۔

(۱۵) میری تمام آرزو یہ ہے۔ کہ بلالحاظ قوم اور مذہب کے تمام انسان آپسمیں ایک دوسرے کی بھلائی پر متفق ہوں۔ مذہب سب کا بیشک علیحدہ علیحدہ ہے۔ مگر اُس کے لحاظ سے آپس میں کوئی دشمنی کی وجہ نہیں ہے۔ فرض کرو۔ کہ ایک دسترخوان پر مختلف قسم کے کھانے موجود ہیں۔ اُنمیں سے کوئی کسی کھانے کو پسند کرتا ہے۔ اور کوئی کسی کو۔ مگر اس اختلافِ طبائع کی وجہ سے اُس دسترخوان پر بیٹھنے والوں کو کوئی وجہ باہمی رنج کی پیدا نہیں ہوسکتی۔ ہر شخص اپنے ایمان کا مختار بلکہ میری رائے میں اُس پر مجبور ہے۔ اسلئے کہ جس چیز کا یقین اُس کے جی میں ہے اُس کو وہ اختیار کریگا۔ وہ یقین دوسروں کے دل میں اثر نہیں کرتا۔ اچھا ہے تو اُس کیلئے اور بُرا ہے تو اُس کیلئے لیکن

آپس کی محبت میں۔ جو انسانوں کی راحت میں سب سے بڑا جزو ہے۔ اُس سے کچھ نقصان نہیں آتا

(۱۶) ہندوستان میں خدا کے فضل سے دو قومیں اس طرح آباد ہیں۔ کہ ایک کا گھر دوسرے سے ملا ہے۔ ایک کی دیوار کا سایہ دوسرے کے گھر میں پڑتا ہے ایک آب و ہوا میں دونوں شریک ہیں ایک دریا کا پانی پیتے ہیں۔ مرتے جیتے ہیں۔ ایک دوسرے کے رنج و راحت میں شریک ہوتا ہے ایک کو دوسرے بغیر ملے چارہ نہیں۔ پس کسی چیز کو۔ جو معاشرت سے علاقہ رکھتی ہے۔ اِن دونوں کا علیحدہ علیحدہ رکھنا دونوں کو برباد کر دیتا ہے۔

(۱۷) قوم کا لفظ ملک کے باشندوں پر بولا جاتا ہے۔ گو اُن میں بعض بعض خصوصیتیں بھی ہوتی ہیں۔ اے ہندو مسلمانو! کیا تم ہندوستان کے سوائے اور ملک کے رہنے والے ہو؟ کیا اسی زمین پر تم دونوں نہیں بستے؟ کیا اسی زمین میں تم دفن نہیں ہوتے یا اسی زمین کے گھاٹ پر جلائے نہیں جاتے؟ اِسی پر مرتے ہو اور اِسی پر جیتے ہو۔ تو یاد رکھو۔ کہ ہندو اور مسلمان ایک مذہبی لفظ ہے۔ ورنہ ہندو مسلمان اور عیسائی بھی جو اس ملک میں رہتے ہیں۔ اس اعتبار سے سب ایک قوم ہیں۔

(۱۸) اب ہندوستان ہم دونوں کا وطن ہے۔ ہندوستان ہی کی ہوا سے ہم دونوں جیتے ہیں۔ مقدس گنگا جمنا کا پانی ہم دونوں پیتے ہیں۔ ہندوستان ہی کی زمین کی پیداوار ہم دونوں کھاتے ہیں۔ مرنے جینے میں دونوں کا ساتھ ہے۔ ہندوستان میں رہتے رہتے دونوں کا خون بدل گیا۔ دونوں کی رنگتیں ایک سی ہو گئیں۔ دونوں کی صورتیں بدل کر ایک دوسرے کے مشابہ ہو گئیں۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کی سینکڑوں رسمیں اختیار کر لیں۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کی سینکڑوں عادتیں لے لیں۔ یہاں تک ہم دونوں آپس میں ملے۔ کہ ہم دونوں نے

ملکر ایک نئی زبان اُردو پیدا کرلی - جو نہ ہماری زبان تھی نہ اُن کی - پس اگر ہم اس حصّہ سے جو ہم دونوں میں خدا کا حصہ ہے - قطع نظر کریں - تو درحقیقت ہندوستان میں ہم دونوں باعتبار اہلِ وطن ہونے کے ایک قوم ہیں اور ہم دونوں کے اتفاق اور باہمی ہمدردی اور آپس کی محبت سے ملک کی اور ہم دونوں کی ترقی و بہبودی ممکن ہے - اور آپس کے نفاق اور ضد و عداوت - ایک دوسرے کی بدخواہی سے ہم دونوں برباد ہونے والے ہیں - افسوس ہے اُن لوگوں پر جو اِس نکتہ کو نہیں سمجھتے - اور آپس میں اِن دونوں قوموں کے تفرقہ ڈالنے کے خیالات پیدا کرتے ہیں - اور یہ نہیں سمجھتے - کہ اُس مضرت و نقصان میں وہ خود بھی شامل ہیں - اور آپ اپنے پانوں پر کلہاڑی مارتے ہیں -

(۱۹) ہم کو اطمینان رکھنا چاہئے - کیونکہ جس تعلیم نے ہمارے ہندو نوجوانوں کو مسلمانوں سے تعصب اور نفرت کرنا سکھایا ہے وہی آگے چل کر اُن کو یہ سبق دیگی - کہ جب تک ہندو مسلمان مل جُل کر نہ رہیں گے - ایک دوسرے کے مصالح کو ملحوظ نہ رکھیں گے تب تک برٹش انڈیا میں اصلی عزت حاصل نہیں کر سکتے -

(۲۰) ہم کو ایسا لائق ہونا چاہئے - کہ ہم دور دراز اور مختلف ملکوں کے سفر کرنیکے قابل ہوں ہم بساطی کی سی دُکانداری سے نکلیں - ہم اپنی اور اپنے ملک کی تجارت کو ترقی دیں ہماری تجارت کی محمڈن اینڈ ہندو کمپنی کے نام سے کوٹھیاں لنڈن میں - ایڈنبرا میں - ڈبلن میں برسلز میں - سینٹ پیٹرسبرگ میں - برلن میں - وائنا میں قسطنطنیہ میں - پیکن میں - واشنگٹن میں - اور دُنیا کے تمام حصوں میں قائم ہوں - اور ہم بحری و بری سفر اُسی طرح خوشی سے کریں جیسے کہ اور قومیں کرتی ہیں - جس سے ہم کو عزت - دولت حشمت اور حکومت میں شوکت حاصل ہو -

۲۱ پس جن لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ غیر مذہب والوں سے سچی دوستی اور دلی محبت کرنا ممنوع ہے۔ یہ انکی غلطی ہے۔ جو چیز کہ خدا تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں بنائی ہے۔ وہ برحق اور بالکل سچ ہے۔ ہم کو تمام دوستوں سے گو وہ کسی مذہب کے ہوں سچی دوستی اور دلی محبت رکھنی اور برتنی چاہیئے مگر وہ تمام محبت اور دوستی حُبِ انسانی کے درجہ پر ہو نہ حُبِ ایمانی کے۔ کیونکہ حُبِ ایمانی بلا اتحاد مذہب بلکہ بلا اتحاد مشرب ہوئی غیر ممکن ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہی ہدایت ہم کو ہمارے سچے مذہب اسلام نے کی ہے

(۲۲) انسان کو لازم ہے۔ کہ تمام جہان کے انسانوں کی بھلائی چاہے۔ اگر ہم ذرا آنکھ اُٹھا کر دیکھیں تو جان لیں گے۔ کہ ہم سب آپس میں بھائی ہیں۔ اور ایک باپ کی اولاد ہیں۔ گو آفتاب کی تیزی نے کسی ملک میں ہم میں سے کسی کا رنگ کالا اور کسی ملک میں دھوپ کی نرمی نے کسی کا رنگ گورا کر دیا ہو۔ مگر ہم سب ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔ پس ہم کو بلا تعصب تمام انسان کی بھلائی چاہنی چاہیئے۔

(۲۳) اے میرے دوستو! تمہارے ملک ہندوستان میں دو مشہور قومیں آباد ہیں۔ جو ہندو اور مسلمان کے نام سے مشہور ہیں جس طرح کہ انسان میں بعض اعضاء رئیسہ ہیں۔ اُسی طرح ہندوستان کیلئے وہی دونوں قومیں بمنزلہ اعضاء رئیسہ کے ہیں۔ ہندو ہونا مسلمان ہونا انسان کا اندرونی خیال یا عقیدہ ہے جسکو بیرونی معاملات اور آپس کے برتاؤ سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ کیا خوب کہا ہے جس نے کہا ہے۔ کہ انسان کے دو حصہ ہیں۔ اُس کے دل کا خیال یا عقیدہ خدا کا حصہ ہے۔ اور اُس کا اخلاق اور میل جول اور ایک دوسرے کی ہمدردی اُسکے ابناء جنس کا حصہ ہے پس خدا کے حصہ کو خدا پر چھوڑ دو اور جو تمہارا حصہ ہے اُس سے مطلب رکھو۔

(۲۴) بیشک انسانوں میں باہم کبھی کبھی رنج ہو جانا ایک قدرتی بات ہے۔ ہندو اور مسلمانوں پر موقوف نہیں ہے۔ آپس میں ہندو ہندوؤں میں مسلمان مسلمانوں میں۔ بھائی بھائیوں میں۔

باپ بیٹوں میں۔ ماں بیٹیوں میں رنج ہو جاتا ہے۔ مگر اُس رنج کو قائم رکھنا اور لگائے جانا اور بڑھائے جانا انسان کی۔ ملک کی۔ قوم کی۔ خاندان کی پوری بدبختی ہے۔ کیا مبارک ہیں وہ لوگ جو معافی چاہتے ہیں۔ اور اُس گرہ کے کھولنے میں جو محبت میں اتفاق سے پڑ گئی ہے پیش قدمی کرتے ہیں۔ اور اپنے بھائی یا ہموطن یا ہمقوم سے بے قصور ہونے پر بھی معافی چاہتے ہیں۔

(۲۵) قوم کا اطلاق ایک ملک کے رہنے والوں پر ہوتا ہے۔ افغانستان کے مختلف لوگ ایک قوم کہے جاتے ہیں۔ ایران کے مختلف لوگ ایرانی کہلاتے ہیں۔ یوروپین مختلف خیالات اور مختلف مذاہب کے ہیں مگر سب ایک قوم میں شمار ہوتے ہیں۔ گو اُن میں دوسرے ملک کے بھی لوگ آکر بس جاتے ہیں۔ مگر وہ آپس میں مل جل کر ایک ہی قوم کہلائے جاتے ہیں۔ غرضکہ قدیم سے قوم کا لفظ ملک کے باشندوں پر بولا جاتا ہے۔ گو اُن میں بعض بعض خصوصیتیں بھی ہوتی ہیں۔ اے ہندو اور مسلمانوں! کیا تم ہندوستان کے سوا اور ملک کے رہنے والے ہو کیا اِسی زمین پر تم دونوں نہیں بستے۔ کیا اسی زمین میں تم دفن نہیں ہوتے یا اِسی زمین کے گھاٹ پر جلائے نہیں جاتے ہو۔ اِسی پر مرتے ہو۔ اِسی پر جیتے ہو۔ تو یاد رکھو۔ کہ ہندو اور مسلمان ایک مذہبی لفظ ہے۔ ورنہ ہندو مسلمان اور عیسائی بھی جو اس ملک میں رہتے ہیں۔ اس اعتبار سے سب ایک ہی قوم ہیں۔ جب یہ سب گروہ ایک قوم کہے جاتے ہیں۔ تو اِن سب کو ملکی فائدہ میں جو اِن سب کا ملک کہلاتا ہے۔ ایک ہونا چاہئیے۔

(۲۶) تمام تربیت اور تعلیم کیساتھ ایک اور بڑا مسئلہ ہے۔ جس کے بغیر ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ اور اُسکی ہندوستان میں سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ وہ **باہمی اتحاد** ہے۔

(۲۷) مذہبی خیالات کا جدا گانہ ہونا خدا کی مرضی کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ یہ کسی کا کام نہیں کہ سب کو ایک مذہب پر لے آئے۔ یہ تو وہ لوگ بھی نہیں کر سکے۔ جو انبیاء علیہم السلام کے نام سے گذرے ہیں مختلف

مذاہب کے لوگ ہونے سے یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ باہمی اتفاق نہیں ہو سکتا۔
میں اپنے تمام ہندو اور مسلمان بھائیوں سے یہ کہتا ہوں۔ کہ اِس میں شک نہیں۔ یہ امر ناممکن ہے۔ کہ
رائیوں کا اختلاف دور کیا جاوے۔ آپس میں ایکدوسرے سے رشک و حسد نہ رکھے۔ باہم رنج و آزردگی نہو
یہ بھی خدا کا قانون ہے۔ اِس کو کوئی نہیں توڑ سکتا۔ مگر جس چیز میں کہ سب کے اغراض متحد ہیں۔ اُن
سب کا ایک دل ہو جانا یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ اِسکی مثالیں اور ملکوں میں موجود ہیں۔ اِس ملک
کے بھی کل باشندوں کو ملک کی بہتری کیلئے ایک جان ہو کر کوشش کرنا چاہیئے۔ اگر یہ نہ کرو گے
تو ہندو بھی ڈوبیں گے۔ اور مسلمان بھی۔ اِن دونوں کی حکومت کے وقت گذر گئے۔ جو کچھ اُن
وقتوں میں ہوا۔ ہوا

(۲۸) اے صاحبو۔ صدیاں گذر گئیں جب سے خدا کو یہ منظور ہوا۔ کہ ہندو اور مسلمان اسی ملک کی ہوا
اور پیداوار کھائیں۔ اِسی زمین پر جئیں اور اسی پر مریں۔ اِن واقعات سے خدا کی یہ مرضی پائی جاتی ہے
کہ یہ دونوں گروہ اِسی ملک میں باہم دوست ہو کر بلکہ دو بھائی کی طرح ہندوستان میں رہیں ہندوستان
کے خوبصورت چہرے کی یہ دونوں دو آنکھیں بنیں۔ یہ دونوں قومیں۔ جو دال چاول کی طرح سے مل گئیں ہیں
متفق ہو کر رہیں جب تک یہ اتفاق نہیں ہوتا بیشک قومی تعلیم کا بھی بندوبست نہیں ہو سکتا۔ اگر ہندو
اپنے دو پتھروں کی اور مسلمان اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدا جدا عمارت بنائیں گے۔ تو کچھ نہ ہو سکے گا۔
اِن دونوں کو چاہیئے کہ متفق ہو کر پہلے ایک کام کو پورا کریں۔ اور جب وہ ختم ہو جائے تب دوسرے میں ہاتھ
لگائیں۔ مجھ کو اِس بات کے ظاہر کرنے میں خوشی ہے۔ کہ ہمارے کالج میں ہندو بھائیوں نے
مدد کی ہے۔ اور خدا ترسی کے خیال سے اپنے محتاج بھائیوں کا حق ادا کیا ہے ۰

# مقالات سرسید

سرسید کی تمام تصنیفات۔ لکچر۔ تقریریں اور مضامین ہمیں نہایت وسیع پہلو پر قومی و ملکی ترقی کی تعلیم دیتے اور ہدایت کرتے ہیں جو از سرتاپا حب وطن اور محبت قومی کے خیالات و جذبات اور کامیابی و ترقی کے اصولوں اور جد و جہد سے لبریز ہیں۔

میں نے سرسید کی مذکورہ بالا اہتمام تصانیف اور ملفوظات سے وہ تمام مقولے جو ملکی و قومی اتحاد و اتفاق۔ اخلاقی۔ تمدنی و معاشرتی۔ قربانی۔ علمی و ادبی۔ مذہبی۔ اصول تعلیم و تربیت وغیرہ پر تھے انتخاب کرکے اس کتاب میں جمع کر دیئے ہیں۔ اور میں اس بات سے مطمئن ہوں کہ قومی و ملکی بہبودی۔ باہمی اتحاد و اتفاق اور اخلاق و نیکی کے نہایت سیدھے سادھے۔ دلنشین عملی اصول باوقعت و پرتاثیر ہیں جن پر قوم کو اعلیٰ مستعدی اور دلی سرگرمی کیساتھ ملک کو ملک اور قوم کو قوم بنانیکے لئے کاربند اور عمل پذیر ہونا چاہیئے۔

یہ کتاب تم کو بتائیگی کہ انتھک استقلال ہمت۔ ذاتی ایثار۔ خالص اور بے ریا محبت۔ سچی ہمدردی۔ دلسوزی کیا ہے یہ اخلاق و نیکی کے وہ پاک اور اعلےٰ اصول بتاتی ہے جن سے قوم میں قومیت۔ قومی عظمت و عزت کی جڑ جمتی اور قایم ہوتی ہے۔

یہ کتاب تمہیں سکھائیگی۔ کہ فائدہ عام۔ صداقت کی تلاش اور اسے فتحمند و کامیاب بنانے کیلئے اپنی کل ہستی کو قربان کر دینا ہمارا فرض ہے۔

یہ تمہاری روزمرہ کی زندگی کیلئے بمنزلہ ایک ایسے دستور العمل کے ہے کہ جسے تم اپنے سنجیدہ اور مطمئن اوقات میں نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے ہموطنوں کی بھلائی کیلئے مطالعہ کرو۔

یہ تمہیں اس عالمگیر مذہب کے ایمان پر قائم و مستحکم کرتی ہے جو قوموں کے باہمی یگانگت اور اتحاد کا مذہب ہے۔ اور جس ایمان و عقیدہ پر تمہارا قائم ہونا تمہاری قومی و ملکی ہستی کو ابدالآباد تک سرسبز و شاداب رکھ سکتا ہے۔ اس کتاب میں وہ تمام اصول موجود ہیں جو قومی و ملکی زندگی کیلئے بمنزلہ ارکان و عناصر کے ہیں۔

یہ کتاب تم کو آزادی اور آزادی رائے کی تعلیم دیتی اور سکھاتی ہے۔ کہ تم کس طرح آزادی کو قائم رکھکر اس سے حقیقی معنوں میں مستفید اور کامیاب ہو سکتے ہو۔ اسکا صحیح و سچا مقصد قوم کے ساتھ سچی محبت۔ سچے اخلاص۔ سچا اتحاد اور حب الوطن من الایمان کے دلنشین اور گھر کرنیوالے اعتقاد پر عمل کرنا ہے۔ تمام اہل وطن کے حقوق اور ذاتیں خواہ وہ کسی مذہب عقیدے اور خیال کے ہوں۔

یہ تمام پاک تعلیمات اور ہدایتیں ایک واجب التعظیم محب وطن کے اس مقولے کے صحیح اور یقینی نتیجہ پر پہنچاتی ہیں۔ کہ "اپنے ملک کو تم اپنا مندر سمجھو جسکی چوٹی پر خدا اور پجاری ان لوگوں کی قوم ہے جو سب آپس میں برابر ہیں"

لکچرار۔ تقریر کرنیوالے۔ انشاپرداز۔ مصنف۔ علمی و ادبی دلچسپی رکھنے والے اصحاب۔ مصلحان قوم اپنی تیاری سے پہلے اگر اس کتاب کو نہ دیکھ لیں گے۔ تو انہیں یقینی سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ جس مقصد کے لئے انہوں نے قدم اٹھایا ہے۔ نامکمل۔ خام۔ پھیکا اور بے اثر ہے۔ ناقابل تلافی اور افسوسناک غلطی ہوگی۔ اگر کوئی ممبر یا لائبریری اس کتاب سے خالی ہو۔

کتاب **مقالات سرسید** زیر طبع ہے۔ یہ اشتہار اسلئے نہیں دیا جاتا۔ کہ پیشگی قیمتوں کی ضرورت ہے۔ یا نظرانی موقوف ہے۔ اس اشتہار کا مقصد کتاب کے حقیقی اور واقعی مقاصد و مطالب سے آگاہ کرکے صرف درخواستوں کا حاصل کرنا ہے تاکہ ہم یہ اندازہ کرنیکے قابل ہو سکیں کہ اس کا پہلا اڈیشن کتنا اور کس قدر چھپوایا جائے۔

کتاب کی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ/۱) ہوگی۔ قوم و ملک کے سچے خیر خواہ۔ ہمدرد۔ قومی و ملکی معاملات میں دلچسپی لینے والے اصحاب بپتہ ہذا طلبی کتاب کے لئے اس نیازمند کو معزز و ممتاز فرما سکتے ہیں۔

خاکسار

**شیخ ضیاء الحق** سابق اڈیٹر اخبار پیشوا

لاہور

اندرون موری دروازہ

مقابل خالصہ ہائی اسکول